تیری اک نظر

اسما طاہر

وہ لاؤنج میں چُپ چاپ بیٹھا اپنی شادی کا ہنگامہ دیکھ رہا تھا۔ زرق برق سوٹ مہنگے میک اپ سے سجے چہرے، ہار پھول، کھانا، خوشیاں، سب ہی لوازمات تو تھے۔ اگر نہیں تھا تو وہ یہاں نہیں تھا۔ اس کا ذہن دور کسی صدمے میں گم تھا۔ گاڑی پہ سجے پھول اس کے سینے میں کانٹوں کی طرح چبھتے رہے تھے۔ دلہن کے پسماندہ دیہات کے ڈھولک کی آواز ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ رہا اچھا مستقبل! تو وہ بھی اسی ڈھول میں گم کر آیا تھا۔

"بیٹا! رات بہت ہو گئی ہے، اب تم بھی جا کر سو جاؤ۔" امی کے احساس دلانے پر اسے اندازہ ہوا کہ سارا ہنگامہ کب کا ختم ہو چکا ہے۔

وہ اس کی خاموشی اور افسردگی دیکھ رہی تھیں مگر کچھ بولی نہیں۔ وہ تھکے قدموں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آیا تھا۔

دلہن کے سُرخ زرتار دوپٹے کو دیکھتے ہی دن بھر کی افسردگی غصے کی آگ میں بدل گئی تھی۔ اس کے

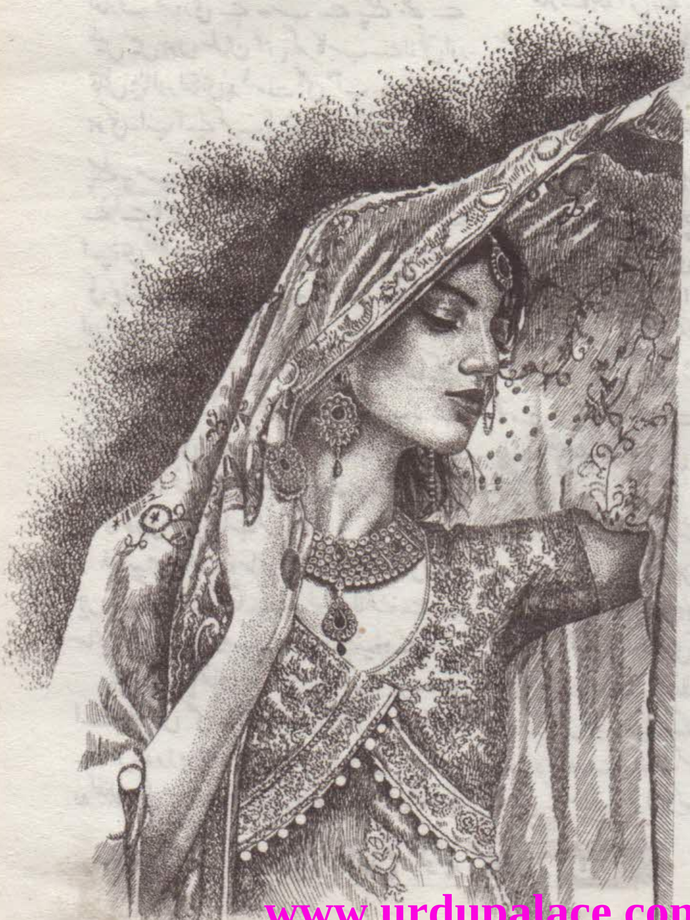

www.urdupalace.com

خوابوں اور آرزوؤں کی بربادی کی وجہ وہی تو تھی۔

"خوش آمدید" وہ اس کے سامنے آبیٹھا تھا۔ "کیسا لگا آپ کو شہر؟" اس کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا' اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"بتیاں دیکھیں؟" الفاظ تھے کہ پتھر۔ اس اہانت پر اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا' یہاں تک کہ دوپٹے اور اس کے چہرے کا رنگ ایک سا ہو گیا تھا۔ مگر وہ بولے جا رہا تھا۔

"اتنا بڑا اور خوب صورت گھر بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا' ہے نا؟" وہ اسی دھیمے مگر زہر خند لہجے میں بولا تھا۔ جیسے ایک ایک لفظ کا مزہ لے رہا ہو۔

"اس گھر میں بہت سارے لوگ بھی ہیں اور چیزیں بھی جو آپ نے زندگی میں نہیں دیکھی ہوں گی تو تعارف ضروری ہے۔ سب سے پہلے مجھ سے ملیں' میں ہوں سلمان' اس گھر کا سب سے لائق اور قابل بیٹا اور اتنا ہی بد قسمت بھی' آپ سے شادی جو ہو گئی۔ اب آیئے کمرے کی چیزوں کی طرف۔ آج سے پہلے یہ سب کچھ خواب میں بھی نہیں دیکھا ہو گا آپ نے' ہے نا' میں صحیح کہہ رہا ہوں ناں؟" اس نے جیسے اپنے ہی لفظوں کی تصدیق چاہی۔ مگر وہ کچھ کہنے بتانے کی پوزیشن میں ہی کہاں تھی۔ سارے جملے اچانک اور اس کی توقع کے برعکس تھے۔

یہ جو آپ کے سر کے اوپر ہے' اسے پنکھا کہتے ہیں۔ خود کشی کرنے کے کام بھی آتا ہے' آپ نہ کیجیے گا' ویسے اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ یقیناً" سنا ہے دیہاتی بہت سخت جان' مطلب ڈھیٹ ہوتے ہیں۔

وہ خود ہی سوال جواب کر رہا تھا۔

اور یہ جو دیوار کے ساتھ لگا ہے اسے اے سی کہتے ہیں۔ یہ کمرہ ٹھنڈا کرتا ہے۔ یہ ٹیوب لائٹ ہے۔ یہ سائیڈ ٹیبل ہے۔ یہ لیمپ ہے۔ یہ وہ ہے' یہ وہ ہے۔"

وہ بولے جا رہا تھا اور وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اچھے خاندان کا قابل انسان اندر سے اس قدر زہریلا ہو گا' اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ لفظوں کی صورت زہر اس کی رگ رگ میں اتار رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اس کے لیے نفرت' حقارت' غصہ کیا کچھ نہ تھا۔ پہلی ملاقات کا یہ نقشہ ہو گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ نہ حسن کی تعریف نہ ساتھ نبھانے کا وعدہ' وہ اسے الیکٹرونکس پڑھا رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

صبح ہوتے ہی اس نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ جس کے لیے یہاں لائی گئی تھی۔ جب اسے ہی اس کی ضرورت نہیں تھی' بلکہ وہ اس کے لیے شرمندگی کا باعث تھی شاید۔ تو پھر یہاں زبردستی رہنے کا کیا جواز تھا۔ پھر رات اس نے اسے جس ذلت اور شرمندگی سے دوچار کیا تھا۔ وہ یہ سب دوبارہ نہیں سہ سکتی تھی۔

نماز کے بعد اس نے معمول کی دعائیں مانگی خاص طور پر ابو کی صحت کی دعا اور اچانک جیسے اس کی یادداشت واپس آگئی تھی اپنا گھر' گھر کے سب لوگ' ابو ان کی بیماری سب یاد آگیا تھا۔ اس کے گھر ـــ میں سکون تھا' محبت تھی' احساس تھا۔ اس کے گھر میں خوشیوں اور امیدوں کے چراغ جل اٹھے تھے۔ اب ان چراغوں میں اس کا خون جلتا یا دل' اسے ہر حال میں انہیں روشن رکھنا تھا۔ واپسی کا فیصلہ رات کو جتنا آسان لگا تھا اب اتنا ہی ناممکن لگ رہا تھا۔ وہ واپس جا کر اپنے ماں باپ کو کیسے شرمندہ کر سکتی ہے' اس کی قسمت میں جو کچھ تھا اسے مل گیا تھا۔ اب زندگی چاہے کتنی ہی محروم گزرتی' اس نے ہر چیز پر عزت کو ترجیح دی تھی۔

وہ بھی جاگ چکا تھا۔ رات کی ایک ایک بات اسے یاد آرہی تھی۔ ڈھیروں زہر اگلنے کے بعد اسے اپنے رویے پر تھوڑا سا پچھتاوا ہوا تھا۔ اس نے آئندہ ایسا نہ کرنے کا کمزور سا ارادہ بھی کیا تھا۔ مگر اسے دیکھتے ہی اس کا غصہ دوبارہ لوٹ آیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے خود کو غور سے دیکھا۔ کس چیز کی کمی تھی اس میں پھر اس کے ساتھ آخر ایسا کیوں ہوا تھا' اس کی قسمت

www.urdupalace.com

کھوئی نکلی تھی۔ اس کے اپنے ہی ماں باپ نے اس دیہاتن کو لا کر کس قدر آسانی سے اس کے خوابوں کا خون کر دیا تھا اور اس نے یہ ہونے دیا تھا۔ وہ اس کے بارے میں دو ہی باتیں جانتا تھا۔ وہ دیہاتن تھی اور مڈل پاس تھی، اور ان ساری معلومات کا منبع اس کی بھابھیاں تھیں، جو اس کی معلومات میں اضافہ کرتی رہتی تھیں۔ جتاتی رہتی تھیں۔

"سنا ہے خالی ہاتھ جھلاتی آ رہی ہے پینڈو، نہ تعلیم نہ شکل نہ پیسہ۔ جہیز وغیرہ بھی کچھ نہیں ہوگا۔ ہم کیا پاگل تھے ٹرک بھر بھر سامان لائے۔ حالانکہ ماں باپ پہلے ہی تعلیم پر کروڑوں خرچ کر چکے تھے۔"

یہ بڑی بھابھی تھیں شہر کی مشہور گائناکالوجسٹ، ان کا دن رات کلینک پر ہی گزرتا تھا۔ کافی بھاری فیس تھی ان کی اس کے ساتھ ساتھ ذاتی لیبارٹری اور میڈیکل اسٹور کا دھندہ بھی زوروں پر تھا۔ جس جگہ سے ہن برس رہا تھا ترجیح بھی اسی کو حاصل تھی۔ گھر، رشتے ذمہ داریاں سب خاموشی سے ان کی زندگی میں کہیں دبکے پڑے تھے۔

"حیرت ہے ہم اس شادی پر راضی کیسے ہوئے۔ کہاں تمہارے اونچے خواب اور کہاں یہ دیہاتن۔ ڈیڈی نے اپنے گاؤں کے کسی دوست کی بیٹی پسند کر لی، تم نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ اسے بیاہنے چل دیے۔"

یہ آفرین بھابھی تھیں خیر سے انجینئر تھیں نائن ٹو فائیو والی نوکری، دفتر کی میٹنگز، پارٹیاں ٹور زہی ان کی زندگی تھے۔ تنخواہ کے لاکھوں روپے ان کی ذاتی تزئین و آرائش پر ہی خرچ ہوتے لیکن عدیل بھائی سے بھی ہر ماہ ایک موٹی رقم وصول کرتی تھیں۔ اگر دیر ہو جاتی تو خوب ہنگامہ کرتیں۔ اس کے باوجود اس کے بھائی ان حسین، طرح دار کیریر وومن پر جتنا فخر کرتے کم تھا۔

بچے کسی کے بھی نہیں تھے، کیونکہ ابھی انسان نہیں کیریئر بنانے کا وقت تھا۔ یہ لڑکی مینا ان کے رویوں کے ردعمل کے طور پر لائی گئی تھی یہ بات وہ جانتی تھیں یہی وجہ تھی کہ وہ سلمان کے سامنے اپنا اور اس کی بیوی کا تقابلی جائزہ پیش کرتی رہتی تھیں۔ جو کسی طور بھی اس جیسے اعلا انسان کے لائق نہیں تھی۔

"ہم حیران ہیں تم جیسا انسان اس لڑکی کے ساتھ کیسے زندگی گزارے گا۔"

وہ خود بھی حیران تھا۔ اس لڑکی کے ساتھ کیسے زندگی گزارے گا؟ گزارے گا بھی یا نہیں؟ ممی ڈیڈی نے اسے ایسے گھیرا تھا جیسے یہ شادی نہ ہوئی تو خاندان پر نہ جانے کتنی بڑی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اور کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر وہ ہار کر بیٹھا تھا اور یہی کمزور لمحہ زندگی کی سزا بن گیا تھا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا۔ اس کی جارحیت اور مینا کی خاموشی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اسے تکلیف دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ کبھی کبھی اسے لگتا وہ گونگی ہے۔ مگر جب بھی وہ اس کی آنکھیں سرخ دیکھتا اسے تھوڑا سا پچھتاوا ہوتا۔ وہ خود نہیں آئی تھی لائی گئی تھی۔ مگر اب ماں باپ پر تو وہ غصہ نکالنے سے رہا۔ لیکن وہ یہ سب کچھ کیوں سہ رہی تھی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ آخر وہ چلی کیوں نہیں جاتی۔ یہاں آنا اس کے اختیار میں نہیں تھا مگر جانا تو تھا۔ لیکن اگر وہ پھر بھی یہاں تھی تو اسے اس کی پوری پوری قیمت چکانا ہوگی۔

اس نے خود کو بہت مصروف کر لیا تھا۔ گھر کے ہر حصے میں اس کی مداخلت اور کارروائی صاف نظر آتی۔ وہ سلمان کی بھی ہر ضرورت جیسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جان کر پوری کر دیتی۔ اسے اپنی ہر چیز اپنی جگہ پر تیار ملتی، کھانے کی میز پر بھی لطف اور مزہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے گھر آنا ہی بڑا لگا ان کے پھلوں اور پھولوں میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ کچن گارڈن میں سبزیاں تک اگائی جا رہی تھیں۔

اسے یقین تھا کہ کچھ دنوں میں کچن کے پچھواڑے دو بھینسیں بھی بندھی ہوں گی اور اس کے کپڑوں کی الماری سے انڈے دیتی مرغیاں بھی برآمد ہوں گی مگر وہ اس کی اس ساری محنت سے ذرا بھی متاثر نہیں تھا۔ یہ سارے کام تو ملازم بھی کر رہے تھے۔

مینا نے پہلے پہل تو یہاں رہنے کا فیصلہ ماں باپ کی

www.urdupalace.com

محبت میں کیا تھا۔ اس کے بعد باقی سب کچھ اس کی محبت میں۔ یہ ناراض شخص کب اس کے دل میں آبسا تھا اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔ اس کے آس پاس رہنا، اس کے کام کرنا، حتیٰ کہ اس کی ڈانٹ کھانا بھی اب اسے اچھا لگتا تھا۔

اس کی اس درجہ سعادت مندی پر وہ اور چڑ جاتا اسے یہ سلیقہ مشین نہیں چاہیے تھی۔ اسے ایک حسین، تعلیم یافتہ، پر اعتماد بیوی کی ضرورت تھی۔ جو اس کے گھر کے اندر ہی نہیں باہر کی زندگی میں بھی پوری طرح سے شریک ہو۔ کچھ اختلافات کے باوجود وہ اپنی بھابھیوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ وہ ذہین تھیں۔ اعلا تعلیم یافتہ اور اپنے اپنے شعبے میں بہت قابل، ان کی اپنی ایک الگ اور مضبوط شخصیت تھی۔ کسی کی محتاج یا پابند نہیں تھیں۔ مگر اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اسے بیوی اپنی ترجیحات کے بالکل برعکس ملی تھی۔ جو صرف گھر چلا سکتی تھی۔ حالانکہ آج کی دنیا میں عورت کے لیے مخصوص سمجھے جانے والے کام

اب مشینیں زیادہ بہتر کر رہی تھیں۔ بچے ہاسٹلوں میں زیادہ اچھے طریقے سے پل رہے تھے۔ ایسے میں عورت کی قابلیت کو گھر میں دفن کرنا کہاں کی عقل مندی تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ سانحہ پیش آچکا تھا۔

اس کی بیوی میں اکیلے گھر سے باہر نکلنے کی قابلیت بھی نہیں تھی۔ اس کی ساری دلچسپیاں گھر اور شوہر تک محدود تھیں۔ وہ ذرا سا بھی بیمار پڑتا، وہ بے چین ہو جاتی، ایسی فکر اور بے چینی تو اس نے ممی کے چہرے پر بھی نہیں دیکھی تھی اپنے لیے اس کے باوجود وہ اسے کوئی اہمیت نہ دیتا۔ وہ ایک پریکٹیکل آدمی تھا۔ جذباتیات کے مضمون میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

✲ ✲ ✲

وہ آفس کے لیے نکل ہی رہا تھا جب ڈیڈی نے اسے بٹھالیا۔

''ہم سب تمہارا رویہ دیکھ رہے ہیں'' وہ کہہ رہے تھے'' لیکن بولتے اس لیے نہیں کہ میاں بیوی کا مسئلہ تم آپس میں ہی حل کرلو تو اچھا ہے۔''

''ڈیڈی! آپ نے اور ممی نے اپنا بڑھاپا آرام دہ بنانے کے لیے بیٹا قربان کر دیا۔ ایک مڈل پاس دیہاتن میرے سر تھوپ دی۔ نباہ تو رہا ہوں اب اور کیا کروں۔'' وہ سخت ناراض تھا۔

''تو تم کو اس بات پر اعتراض ہے کہ اس کا تعلق دیہات سے ہے۔'' وہ اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ ''بیٹا دیہاتی تو میں بھی ہوں۔ گاؤں سے شہر آیا تھا۔ تمہاری ماں بھی ایک دیہاتی کی اولاد ہے تو پھر ہمارے لیے کیا سزا ہے؟ بولو! رہا سوال اس کے مڈل پاس ہونے کا۔'' وہ اسے خاموش دیکھ کر دوبارہ بولے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گاؤں میں مڈل تک ہی اسکول تھا۔ اس کے بعد کی داستان قربانی کی داستان ہے۔ جس سے تمہیں یقیناً'' کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ لیکن صرف تمہاری معلومات کے لیے بتا رہا ہوں۔ مینا کا باپ ایک قابل پروفیسر تھا، سارے جہان میں علم بانٹنے والا کیا اپنی اولاد کو بھول جائے گا، اس نے بیٹی کو شہر بھیجنا چاہا مگر وہ خود نہیں گئی۔ جانتی تھی، باپ بیمار ہے۔ گھر میں مسائل ہیں۔ اسی لیے اس نے پڑھا تو بہت کچھ، مگر پرائیویٹ اپنے قابل باپ کی زیرِ نگرانی۔''

وہ بول رہے تھے مگر وہ اسی طرح لاتعلق بیٹھا تھا۔

''بیٹا! اپنی مصنوعی اور نمائشی دنیا سے باہر آؤ۔ انسان کی قدر کرنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ انسان ہے۔ اور جان لو، علم ڈگری کا محتاج نہیں، نہ ہی ڈگری علم کی ضمانت ہے۔ میں برسوں سے مینا کے باپ کو جانتا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ مسائل کے باوجود یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ میرے خاندان کو بے حسی اور خود غرضی سے اگر کوئی بچا سکتا ہے تو وہ یہی لڑکی ہے۔''

وہ بڑے یقین سے کہہ رہے تھے۔

''مینا ہی وہ لڑکی ہے، جو تمہارے گھر میں اس نسل کی بنیاد رکھ سکتی ہے جو محبت، خلوص اور احساس جیسی

www.urdupalace.com

خوبیاں رکھتی ہو۔ میں تمہارے سامنے یہ بات کرنا نہیں چاہتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ تمہاری ماں سے شادی، میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی، میں اپنی اولاد کو نہ ماں دے پایا نہ گھر۔"

ان کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔ "پھر میرے بیٹے بھی چمک کے پیچھے ہی بھاگے، میں انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا پایا، کہ لوگ شادی کے لیے خاندان، حسن اور دولت دیکھتے ہیں، مگر تم دین دیکھنا، ان کی ایسی کوئی تربیت ہی نہیں کی تھی۔ اپنی اور اپنے بیٹوں کی زندگی برباد کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ عورت کا گھر میں رہنا کس قدر ضروری ہے۔

ارے چھوٹی سی کریانے کی دکان تک تو چلتی نہیں جب تک مالک خود نہ بیٹھے تو گھر، جہاں نسلوں کی آبیاری ہوتی ہے۔ عورت کے بغیر چل سکتا ہے کیا؟ یہ بات اب تو تمہاری ماں کی سمجھ میں بھی آگئی ہے۔ اسی لیے میں نے جب مینا کو تمہارے لیے منتخب کیا تو اس نے میرا ساتھ دیا۔ کیونکہ وہ بھی بہوؤں سے بہت مایوس تھی۔ جو اپنی ذات میں سے کسی کو کوئی حصہ یا حق دینے کو تیار نہیں۔ پھر تم بھی کسی نہ کسی طرح مان گئے۔ شاید اللہ کو اس خاندان کی حالت زار پر رحم آگیا، بیٹے میں اپنے ہی گھر سے مایوس اور ہارا ہوا انسان ہوں۔"

ان کے لہجے میں عجیب سی تھکاوٹ تھی۔ "مینا کی صورت میں امید کی ایک کرن چمکی ہے اسے بجھنے نہ دینا۔ اپنی بیوی کی قدر کرو ورنہ تمہارا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں ہوگا، کیونکہ اس عمر میں مایوسی اور تنہائی بہت تکلیف دیتی ہے۔"

ڈیڈی خاموش ہو گئے تھے اور وہ بھی کسی سوچ میں گم، آفس آگیا تھا۔

☆ ☆ ☆

آج عاصم کے ساتھ اس کی اہم میٹنگ تھی۔ وہ اس کا بچپن کا دوست بھی تھا اور اب بزنس پارٹنر بھی، مگر وہ بھی آج بہت تھکا ہوا اور بے زار لگ رہا تھا۔ رات اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ڈنر اس کے گھر پر ہی کیا تھا۔ تب تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔

"یہ تھکن تو اب ساری زندگی کی کہانی ہے۔" پوچھنے پر وہ سر دباتے ہوئے بولا تھا۔

"اور اس کہانی کا ولن یقیناً" ہماری بھابھی ہیں۔" سلمان شرارت سے مسکرایا۔

"بالکل۔"

"ارے ہاں بھابھی سے یاد آیا۔ تم دونوں میاں بیوی تو بڑے چھپے رستم نکلے اور زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ تم نے مجھی کچھ نہیں بتایا۔" وہ شکایتی لہجے میں بولا۔

"بھئی کیا نہیں بتایا؟" وہ اس کی بات سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"آج کا اخبار دیکھا، ہماری بھابھی کا بڑا زبردست کالم چھپا ہے۔" عاصم نے جیسے بریکنگ نیوز دی۔ "بھئی کیا گرفت ہے موضوع پر، کیا تجزیہ ہے۔ میں تو یہی سمجھتا رہا کہ یہ کسی بڑی عمر کے تجزیہ کار اور دانشور کا کالم ہے۔ وہ تو کل شائستہ نے بتایا کہ یہ مشہور کالم نگار جن کا کالم بیک وقت انگریزی اور اردو اخبار میں چھپتا ہے کوئی اور نہیں، ہماری بھابھی ہیں زرمین جمال، بھئی میں تو حیران رہ گیا۔ مجھے تو ہمیشہ سے ان کے کالم بہت پسند رہے ہیں۔ ان کا فیس بک پیج دیکھو لاکھوں فالوورز ہیں۔ جو عالمی ایشوز پر ان کی رائے کا انتظار کرتے ہیں اُسے اہمیت دیتے ہیں۔"

"تو آج تھا ہی انکشافات کا دن۔" اس نے اپنے آپ کو بہلایا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی بیوی کا نام اور کام کیا تھا۔ وہ دوسروں سے سن رہا تھا۔ نکاح کے وقت اس کا اصل نام سنا ہوگا۔ مگر تب وہ ذہنی طور پر وہاں تھا کہاں پھر گھر میں سب اسے مینا ہی کہتے تھے۔ وہ کیسے جان پاتا کہ اس کے گھر میں اس کے ساتھ رہنے والی مینا ہی دراصل مشہور کالم نگار زرمین جمال ہے۔

آدھی آدھی رات تک وہ کچھ لکھتی تو ضرور تھی۔ دودھ دہی کا حساب لکھ رہی ہوگی دیہاتن، اس نے ہمیشہ یہی سوچا تھا۔

گھر آنے والے اخبارات کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ جو اکثر اسی کے کمرے میں پائے جاتے۔ اچھا!

www.urdupalace.com

تو محترمہ اخبار کی دنیا کا ہاٹ کیک تھیں۔

"اور ہاں شائستہ بتا رہی تھی۔" عاصم کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ بھابھی کو ایک دو غیر ملکی یونیورسٹیز سے انٹرنیشنل ایشوز پر لیکچرز کی بھی آفر ہے مگر انہوں نے گھریلو مصروفیات کا کہہ کر معذرت کرلی ہے۔"

"گھریلو مصروفیات!" وہ تکلیف دہ ہنسی ہنسا تھا۔ "آخری دفعہ تم نے کب سنا کہ میری بیوی یا تمہاری بھابھیوں نے حتیٰ کہ ہماری ماؤں نے گھریلو مصروفیات کی بنا پر اپنی کوئی تفریح چھوڑی ہو؟"

عاصم اس سے پوچھ رہا تھا مگر وہ اپنی ہی سوچ میں گم تھا۔

تو کیا میرے گھر کا انتظام چلانا اور میرے لان میں پھل پھول اگانا اس کے لیے اتنا اہم تھا کہ وہ اس کے لیے کچھ بھی چھوڑ سکتی تھی۔ وہ خود کو بہت عقل مند سمجھتا تھا، شرمندہ ہونا نہیں چاہتا تھا۔ مگر ہو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

تنازعہ تو دونوں کے درمیان عرصے سے چل رہا تھا مگر نتیجہ طلاق ہوگا، یہ کسی نے نہیں سوچا تھا۔ دو واقعات ایک ساتھ ہوئے۔ عدیل بھائی کے ہاں بچے کی پیدائش اور آفرین بھابھی کی ان سے علیحدگی۔ عدیل بھائی کو طلاق اور اپنے بچے کی ماں سے محرومی نے اتنی تکلیف نہیں دی تھی۔ جتنی اس خبر نے دی کہ آفرین بھابھی کے معاملات بہت عرصے سے اپنے ایک کولیگ کے ساتھ چل رہے تھے۔ وہ بہت پہلے طلاق لے لیتیں مگر بچے کی پیدائش تک انہیں رکنا پڑا۔ وہ ماضی کی کوئی نشانی ساتھ نہیں لے جانا چاہتی تھیں۔ انہوں نے کبھی بھی عدیل بھائی کو اپنے لائق نہیں سمجھا تھا۔ صرف آسائشوں کے حصول کے لیے انہیں استعمال کیا تھا۔

بڑی بھابھی بھی راحیل بھائی کو لے کر اپنے ماں باپ کے گھر شفٹ ہو چکی تھیں کیونکہ وہ قریب تھا کلینک سے۔ اپنے گھر کے ہوتے راحیل بھائی گھر داماد جانے تھے زندگی پر پہلے ہی ان کا اختیار بہت کم تھا، اب تو وہ بالکل ہی بے بس ہو گئے تھے۔

ادھر، عدیل بھائی کی طبیعت اچانک ہی بہت بگڑ گئی تھی۔ انہیں اسپتال شفٹ کرنا پڑا تھا۔ وفا سے خالی عورت اتنا بڑا سانحہ ہو سکتی ہے، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ممی ڈیڈی اسپتال میں ہی تھے۔ وہ ابھی ابھی گھر آیا تھا۔ مینا دو تین دفعہ آچکی تھی۔ شاید عدیل بھائی کا پوچھنے یا پھر کھانے کا۔ مگر پھر بغیر کچھ کہے چلی گئی تھی۔ ٹھیک بھی لگا تھا، ان کے بیچ کچھ کہنے سننے کا تعلق بنا ہی کب تھا، اور اب وہ مصروف بھی بہت تھی، عدیل بھائی کے بچے کو وہ سنبھال رہی تھی۔

ان کی حالت سلمان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔ گھر بنانے کے لیے ضروری چیز کیا تھی؟ عورت کی محبت، وفا، قربانی یا پھر اس کا **گلیمر**، جس عورت کے لیے سیلف گرومنگ سب کچھ ہو۔ وہ خود غرضی کی دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہے۔ اپنے لیے ہی جیتی ہے۔ جو کچھ آفرین بھابھی نے کیا اگر یہی کچھ ممی نے کیا ہوتا یا پھر مینا نے.....

اسے ایک دم سے گلے میں پھندا سا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس سے آگے کچھ نہیں سوچ سکا تھا۔ اس کے اندر کی طبیعت اس کے خیالات سے بالکل مختلف نکلی تھی۔ عدیل بھائی جیسا سانحہ اسے اپنے لیے ناقابل برداشت لگ رہا تھا۔ اس نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر لیا۔ کوئی مارننگ شو ہوسٹ اچھل اچھل کر گھر برباد کرنے کے سارے نسخے بتا رہی تھی، گھر آباد کرنے کا ایک بھی نہیں۔ اس نے بیزاری سے ٹی وی بند کر دیا۔ کہیں سکون نہیں تھا اس کے اندر ایک جنگ چل رہی تھی۔ ساری زندگی کے پالے پوسے، نظریات بدلنا آسان نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

پچھلا ایک ہفتہ اس پر بھاری گزرا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بہت تنہا اور کمزور محسوس کر رہی تھی۔ اس نے اپنے ابو کو ہی نہیں بلکہ ان کی شکل میں ایک بہترین دوست، استاد اور ہمدرد کو بھی کھو دیا تھا۔ اچانک ہی ان

www.urdupalace.com

کی وفات کی خبر ملی تھی۔
سلمان اسے لے کر فوراً گاؤں روانہ ہو گیا تھا۔ یہاں آکر اس نے سارے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ آج ابو کو گئے کئی دن ہو گئے تھے۔ مگر وہ ایک عجیب کیفیت میں تھی۔ وہ اسے بڑی مشکل سے باہر لایا تھا کہ شاید اس کی طبیعت بحال ہو جائے۔ موسم خوش گوار تھا۔ بارش کے بھی آثار تھے۔ ان کے آس پاس سر سبز لہلہاتے کھیت تھے۔ جن میں سرسوں پھولی ہوئی تھی۔ گویا کہ سبز اور پیلے رنگ کا ایک سمندر تھا جو ہوا کے دوش پر بہہ رہا تھا۔ باہر آکر وہ واقعی بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اور نروس بھی ہو رہی تھی اس کی نظریں مسلسل اس پر تھیں۔

"مجھے تمہارے ابو کی وفات کا بہت دکھ ہے۔"

وہ باضابطہ طور پر شاید پہلی بار اس کے سامنے افسوس کر رہا تھا۔ "میری ان سے ملاقات کم رہی مگر میں جانتا ہوں وہ ایک نہایت قابل اور شکر گزار انسان تھے۔"

ان کی یہ خوبیاں مینا سے بہتر کون جانتا تھا۔ ابو کی پنشن کم تھی اور گھر کا خرچ زیادہ۔ کئی دفعہ سودا سلف اور دوائی میں سے کسی ایک کا فیصلہ کرنا پڑتا تب وہ چپ چاپ جاکر گھر کا سودا سلف لے آتے۔ امی ناراض ہوتیں، وہ اس وقت بہت چھوٹی تھی مگر سب سمجھنے لگی تھی۔

یہی وجہ تھی جب ابو نے اسے پڑھائی کے لیے شہر بھیجنا چاہا تو اس نے انکار کر دیا۔ مالی مسائل میں گھرے بیمار باپ کو چھوڑ کر جانا اس نے پسند نہیں کیا۔ پھر شروع میں اس نے ضرورت کے تحت اخبار میں لکھنا شروع کیا۔ اگرچہ لکھنے کا شوق بھی تھا پھر آہستہ آہستہ اس کا کالم لوگوں کی توجہ حاصل کرنے لگا۔

حالات کو سمجھنے ان کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت کو چمکانے میں ابو نے اہم کردار ادا کیا۔ اس کا کالم اخبار کی ضرورت بنتا گیا۔ اس کی آمدنی بڑھتی گئی اور اب جب زندگی کے سفر میں چھاؤں آئی تھی۔ تو چپ چاپ چلے گئے۔

"تم اگر چاہو تو اپنی امی اور بھائی کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہو۔"

اس کی آواز پر وہ خیالوں سے باہر آگئی تھی۔ تو اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ ایک اچھا انسان تھا۔ پھر جس طرح ابو کی وفات کے بعد سے اس کے خاندان کے تمام معاملات سنبھال رکھے تھے۔ وہ اس کی احسان مند تھی۔ اس کا مزاج اس کا رویہ بدل رہا تھا۔ اس کا کالم بھی وہ باقاعدگی سے پڑھتا تھا۔ یعنی وہ جان چکا تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی اور وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سادگی میں بھی ایک خوب صورتی تھی۔ نہ نچی ہوئی بھنویں، نہ رنگے ہوئے بال، نہ میک اپ زدہ چہرہ اس کی صورت ویسی ہی تھی جیسی اللہ نے بنائی تھی۔

"میں نے تمہیں بہت پریشان کیا ناں" اس کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔ "دراصل میں تمہیں سمجھ نہیں پایا اور شاید خود کو بھی، مگر اب میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم بہت خاص ہو۔" اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی تھی۔ "تم مجھے وہ سب دے سکتی ہو، جس کی مجھے اور میرے گھر کو سخت ضرورت ہے۔ محبت، خلوص، وفا، وہ تم ہی ہو میں جس کے ساتھ خوش رہ سکتا ہوں۔"

"کیونکہ انگریزی اخبار میں میرا کالم چھپتا ہے؟" وہ خود کو کہنے سے روک نہ پائی۔

"نہیں زبان دراز لڑکی! یہ سچ نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں تم سے متاثر ہوں، صرف تم سے۔" وہ بڑے یقین سے مسکرایا تھا۔ موسم کے ساتھ اس کا لہجہ بھی دلنشین تھا۔ وہ اس کے چہرے کا ایک ایک نقش جیسے دل میں اتار رہا تھا۔ جو آج تک نہیں بتایا تھا وہ سب بتا رہا تھا۔ لیکن مینا کا دل بس اتنا کہہ رہا تھا۔

تمہاری بات لمبی ہے
مثالیں ہیں
دلیلیں ہیں
ہماری بات چھوٹی ہے
ہمیں تم سے محبت ہے

www.urdupalace.com